تبلیغ اور جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ سے متعلق تحقیق

اور مروجہ تبلیغی جماعت اور اس میں اوقات لگانے کی شرعی حیثیت

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

ترتیب قاری ارشاد اللہ عقابی

oqabijanan3@gmail.com

کتاب ما یتعلق بالدعوة والتبلیغ

(دعوت وتبلیغ سے متعلق مسائل کا بیان)

تبلیغ اور جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ سے متعلق تحقیق

اور مروّجہ تبلیغی جماعت اور اس میں اوقات لگانے کی شرعی حیثیت

سیدی حضرت اقدس حضرت مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج گرامی! دل سے دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو ہمیشہ صحت وعافیت کے ساتھ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت! اس ناکارہ کے دل میں حضرت کی جو محبت وعظمت ہے۔ اس کے اظہار میں طوالت ہو جائیگی مختصراً عرض ہے کہ حضرت کیلئے دل وجان سے، دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعائیں نکلتی رہتی ہیں۔

حضرت کی مصروفیات تو واقعی ہوتی ہیں۔ تاہم ایک مسئلہ میں حضرت کی رائے مطلوب ہے۔ دوسری کسی جگہ سے حضرت جیسی تسلی متوقع نہیں تھی۔ امید ہے جواب سے بہرہ مند فرمائیں گے۔

حضرت اکابر کی کتابوں میں اور حضرت کے ایک مستقل وعظ "دین کی حقیقت تسلیم ورضا" میں یہ بات دل میں بیٹھ گئی ہے کہ دین شوق پورے کرنے کا نام نہیں بلکہ اس وقت جو حکم اور وقت کا تقاضا ہو۔ اس کے پورے کرنے کا نام دین ہے۔ لیکن دوسری طرف اپنے اکابر تبلیغی جماعت والوں کے ہاں دین کی حقیقت کو "قربانی" کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تردد ہوتا ہے کہ صحیح طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔

مثلاً ہمارے پاکستان کے سابقہ امیر .... صاحب مدظلہم کا جس ہفتہ کا سہ روزہ متعین تھا۔ اسی ہفتہ ان کے سسر کا انتقال ہو گیا۔ اب وہ اس سوچ میں تھے کہ کیا کریں؟ تسلیم ورضا کے پیش نظر تو سہ روزہ کو اس ہفتہ مؤخر بھی کیا جا سکتا تھا۔ تا کہ غمزدہ بیوی کو شوہر کے ساتھ رہنے سے تسلی ہو۔ لیکن امیر صاحب پاکستان نے سہ روزہ کو مقدم رکھا اور چلے گئے۔ واپسی پر فکر مند تھے کہ بیوی ضرور خفا ہوگی

لیکن بیوی خلاف توقع بہت محبت سے پیش آئی۔ اور عرض کیا کہ رات ابا جی خواب میں ملے تھے۔ انہوں نے کہا کہ...... آئے تو اس پر خفا نہ ہونا۔ اس کے سہ روزہ پر جانے سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی ہے۔ اب تسلیم ورضا کے تحت نہ نکلتے تو یہ مغفرت کا بہانہ کیسے بنتا؟

اکثر اکابر تبلیغ والوں سے سنتے ہیں کہ انتظامی چلّوں اور سالوں سے ثواب تو ہوتا ہے لیکن کفر نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ اس کیلئے "قربانی" شرط ہے کہ گھر میں بیوی بیمار ہے۔ کھیت میں فصل تیار ہے۔ جیب میں رقم نہیں۔ حالات خراب ہیں۔ تب نکلے گا تو ہدایت عام ہوگی۔ اب تسلیم ورضا کے پیش نظر جب بیوی بیمار ہے تو اس کی دلجوئی ضروری ہے۔ فصل تیار ہے تو کٹائی ضروری ہے۔ اب اس میں تسلیم ورضا کو دیکھا جائے یا قربانی کو۔ غالباً غزوۂ تبوک میں کھجور بالکل پکی ہوئی تھیں۔ لیکن دین کی حقیقت قربانی کے پیش نظر صحابہؓ اللہ کے راستے میں نکل گئے۔

ایک صاحب نے ایک عالم سے پوچھا کہ ایک شخص اللہ کے راستے میں نکلنا چاہتا ہے لیکن اس کا بوڑھا والد نابینا ہے۔ جوان بیوی ہے اور آس پاس ماحول بھی سازگار نہیں۔ اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ اس عالم نے کہا کہ صورت مسئولہ میں یہ شخص اگر نکلتا ہے تو بڑا ظالم ہے۔ اس عالم کو بتایا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کی یہی حالت تھی جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے اب تسلیم ورضا کے تحت تو نہ نکلنا سمجھ میں آتا ہے لیکن بزرگ کہتے ہیں کہ جب اسی حالت میں نکلے گا تو جہاں کفر ٹوٹے گا۔ وہاں اس کا یقین بھی بنے گا اور گھر والوں کا یقین بھی بنے گا کہ حقیقی محافظ اور رازق تو اللہ ہے۔

بعض لوگوں سے یہ بھی سنتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے وقت چونکہ بلوغ اسلام نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان پر یہ ذمہ داری بڑھی ہوئی تھی۔ اب تو بلوغ اسلام ہوگیا ہے اب ویسی ذمہ داری نہیں جبکہ تبلیغ والے کہتے ہیں کہ جب بے دینی اور دین سے دوری اسی دور کے مثل عود کر آئی ہو تو کیا حکم وہی عود نہیں کر آئے گا؟

اکابر اہل علم، تبلیغ میں نکلنے کی شرعی حیثیت کو فرض کفایہ کہتے ہیں جبکہ تبلیغ کے بزرگ کہتے ہیں کہ کفایہ کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ فرض کی ادائیگی میں کفایت بھی کر جائے۔ اب اربوں انسان دین سے دور ہیں۔ تو کیا سینکڑوں اور ہزاروں کا نکلنا اس فرض کی ادائیگی میں کفایت کر رہا ہے؟

بعض ساتھیوں سے یہ بھی سنتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے تو افطار کروادیئے تھے لیکن تبلیغی سفر موقوف نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت حنظلہ ؓ کو جب غسل جنابت کی حاجت تھی۔ وقت کا تقاضا تو غسل تھا۔ لیکن انہوں نے اسی ناپاکی کی حالت میں اللہ کے راستے کو مقدم رکھا۔

حضرت! امید ہے میں نے اپنے اشکال کی وضاحت کافی حد تک کردی ہے۔ مزید طوالت مناسب نہیں لگتی۔ حضرت اپنی فقیہانہ بصیرت وخداداد فہم کے تحت اس بات کی کسی قدر تفصیل سے وضاحت فرمادیجئے کہ بعض اوقات جب دین کا تقاضا تبلیغ والے پیش کرتے ہیں تو اس وقت کوئی نہ کوئی شرعی تقاضہ بھی درپیش ہوجائے تو تسلیم ورضا کے تحت اس تقاضے کو پورا کیا جائے یا صحابہ کرامؓ کی طرح قربانی کر کے ان تقاضوں کو مؤخر کردیا جائے؟

حضرت! مذکورہ اشکال کے ساتھ ایک بات ضمناً عرض کرتا چلوں کہ بعض امور میں اکابر اہل علم اور اکابر اہل تبلیغ کے زاویۂ نگاہ میں کچھ فرق محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً عام اہل علم تبلیغ میں نکلنے کو فرض کفایہ اور تبلیغ والے فرض عین بتلاتے ہیں، جیسے آج سے نصف صدی قبل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحبت اہل اللہ کے فرض عین ہونے کا فتوی دیا تھا۔ کیونکہ بدون صحبت اہل اللہ اس وقت اصلاح ظاہر وباطن قریب قریب ناممکن تھی۔ اب یہ بات بھی مشاہدہ ہے کہ نکلنے سے نہ صرف عوام بلکہ علماء کرام کی دینی حالت میں جو انقلاب آتا ہے اس کا خود مشاہدہ ہے اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ تو اگر مقدمۃ الواجب واجبٌ کے تحت نکلنے کو فرض عین بتلایا جائے تو اس کی کیا شرعی حیثیت ہوگی؟

والسلام

بندہ محمد راشد

جواب:۔

مکرمی ومحترمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ آپ احقر ناکارہ کیلئے جس طرح دعائیں کرتے ہیں، اس پر کس زبان سے شکر ادا کروں، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین صلہ دنیا وآخرت میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

آپ نے تبلیغی جماعت کے بارے میں جو باتیں پوچھی ہیں، ان کے بارے میں چند اصولی

باتیں عرض کرتا ہوں، خدا کرے کہ وہ باعث اطمینان ہوں۔

(۱) جب جہاد فرض عین ہو جائے تو اس وقت ایک ایمرجنسی کی حالت ہوتی ہے، اس وقت نہ تجارت جائز ہے، نہ بیوی بچوں کے عام حقوق اس طرح باقی رہتے ہیں جیسے امن کی حالت میں ہوتے ہیں اور نہ جہاد کے سوا کوئی اور ایسا کام جائز ہوتا ہے جو جہاد کے منافی یا اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والا ہو[۱]۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک کی جتنی مثالیں پیش کی ہیں، وہ سب اسی حالت سے متعلق ہیں غزوہ تبوک میں جہاد کے فرض عین ہونے کا اعلان خود قرآن کریم میں بھی فرمایا گیا تھا[۲]، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوٹوک الفاظ میں واضح فرما دیا تھا، لہٰذا پکی ہوئی کھیتیاں یا گھر والوں کے مسائل اس فرض عین کی ادائیگی میں مانع نہیں ہوسکیں۔ اس کے باوجود آپؐ نے حضرت علیؓ جیسے جانباز صحابی کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں رہ کر کمزوروں کی دیکھ بھال کریں۔ حضرت علیؓ کی خواہش تو یہ تھی کہ وہ جہاد کی فضیلت حاصل کریں، لیکن آپؐ کے حکم کی وجہ سے تسلیم ورضا کی خاطر مدینہ منورہ میں رہے، اور کمزوروں کی دیکھ بھال کی[۳]۔ حضرت حنظلہؓ کا واقعہ بھی ایسے ہی وقت کا ہے جب دشمن حملہ آور ہو چکا تھا، اور جہاد فرض عین تھا[۴]، حضرت صدیق اکبرؓ پر بھی حضور اقدس صلی اللہ

---

(۱) تفصیل کیلئے حضرت والا دامت برکاتہم کی تصنیف "تکملہ فتح الملہم" کتاب الامارۃ، مسئلۃ فرضیۃ الجہاد، ج ۳ ص ۳۷۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ما كان لأهل المدينة ومن حولهم من الأعراب أن يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بأنفسهم عن نفسه الاية(۱۲۰ سورة توبه)

(۳) وفي صحيح البخاري باب من حبسه العذر عن الغزو ج۱ ص ۳۱۸ حدثنا احمد بن يونس ثنا زهيرثنا حميد أن انسا حدثهم قال رجعنا عن غزوة تبوك مع النبي ﷺ ح وثنا سليمن بن حرب ثنا حماد هو ابن زيد عن حميد عن انس أن النبي ﷺ كان في غزاة فقال ان اقواما بالمدينة خلفنا ما سلكنا شعبا ولاوا ديا الاوهم معنا فيه حبسهم العذر الخ .وكذا في صحيح مسلم ج۲ص ۱۴۱ .(طبع قديمى كتب خانه)

(۴)وفي المغني لا بن قدامه ج ۹/ ص ۱۷۴ (طبع دار الفكر بيروت) مسئله قال وواجب على الناس أذا جاء العدو ان ينفروا المقل منهم والمكثر ولا يخرجو الي العدو الا باذن الأمير الا أن يفجأهم عدو غالب يخافون كلبه فلا يمكنهم أن يستاذنوه......أن النفير يعم جميع الناس ممن كان من أهل القتال حين الحاجة الى نفيرهم لمجئى العدد اليهم ولا يجوز لأحد التخلف الا من يحتاج الى تخلفه لحفظ المكان والأهل والمال و من يمنعه الأمير......وذلک لقول الله تعالىٰ انفروا خفافاً وثقالا التوبة وقول النبى ﷺ أذا استنفرتم فانفروا...... وقال بعد أسطر،

علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرض ہو چکی تھی، اور انہوں نے اسی فریضے کو ادا فرمایا ورنہ عام حالات میں آپؐ نے والدین کی خدمت کو جہاد پر مقدم قرار دیا، اور ایسے صحابہؓ کو لوٹا دیا جو والدین کو روتا چھوڑ کر جہاد کیلئے آئے تھے[1]۔

اگر سہ روزہ یا چلّے پر نکلنا اسی درجے میں فرض عین قرار دیا جائے جس درجے میں جہاد نفیر عام کے وقت فرض ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ تجارت، صنعت، زراعت کچھ جائز نہ ہو، بلکہ ہر انسان ہر وقت تبلیغی سفر پر ہی رہے، جیسا کہ جہاد کے فرض عین ہونے کے وقت دوسرا کوئی کام جائز نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ اگر سہ روزہ یا چلّہ لگانا فرض عین ہے تو اس کی حد کیا ہے؟ کتنے سہ روزوں اور کتنے چلّوں سے یہ فرض عین ادا ہو جائے گا تو اوّل تو یہ تعیین کس بنیاد پر کی گئی؟ کیا قرآن وحدیث کا کوئی حکم اسکی تعیین کرتا ہے؟ دوسرے سہ روزہ لگانے کے بعد جب آدمی پورے مہینے تجارت یا زراعت میں مصروف ہوگا تو کیا اس وقت تبلیغی سفر فرض عین نہیں ہوگا؟ اگر نہیں ہوگا تو وہ فرض عین کہاں رہا؟ اور ہوگا تو تجارت اور کسب معاش کیسے جائز ہوا؟

(۲) آپ نے لکھا ہے کہ "ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے تو افطار کرا دیئے، لیکن تبلیغی سفر موقوف نہیں فرمایا" اوّلاً تو یہ تبلیغی سفر نہیں تھا، فتح مکہ کے جہاد کا سفر تھا[2]۔ دوسرے روزے مشقت شدیدہ کی وجہ سے افطار کرائے گئے[3]، سفر موقوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، زیادہ سے زیادہ شدید گرمی تھی، مگر صرف اتنی بات سے جہاد کو ترک کرنا ضروری نہ تھا۔ کیونکہ اس مشقت کا اثر زیادہ سے زیادہ اپنی ذات پر تھا، کسی کا حق یا مال تلف نہیں ہو رہا تھا۔

---

(۱) دیکھئے الصحیح لمسلمؒ ج۲ص۳۱۳، (طبع قدیمی کتب خانہ) وجامع الترمذی ۱/۲۰۰ (طبع فاروقی کتب خانہ)

(۲،۳) وفی الترمذی ج۱ ص۸۹، (طبع فاروقی کتب خانہ)، باب ما جاء فی کراھیۃ الصوم فی السفر، عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ خرج الی مکۃ عام الفتح فصام حتی بلغ کراع الغمیم وصام الناس معہ فقیل لہ: ان الناس شق علیھم الصیام، وان الناس ینظرون فیما فعلت فدعا بقدح من ماء بعد العصر فشرب والناس ینظرون الیہ، فافطر بعضھم وصام بعضھم ...... الخ

وفی جامع الترمذی، ابواب فضائل الجھاد باب فی الفطر عند القتال ج ۱ ص ۲۰۱ وص ۲۰۲ (طبع مذکور) عن أبی سعید الخدریؓ قال: لمّا بلغ النبی ﷺ عام الفتح مرّ الظھران فآذننا بلقاء العدو فامرنا بالفطر فافطرنا أجمعین، ھذا حدیث حسن صحیح. مزید احادیث اور تفصیل کیلئے ...

(۳) آپ نے فرض کفایہ کا جو مطلب لکھا ہے اگر کفایہ کا یہی مطلب ہے تو پوری تاریخ اسلام میں جہاد کو کبھی ''فرض کفایہ'' نہ ہونا چاہئے تھا، کیونکہ غیر مسلموں کی تعداد تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کے تین گنے سے بھی ہمیشہ زائد رہی ہے۔ کروڑوں انسان ہر دور میں دین سے دور رہے ہیں، لہٰذا جب فقہائے امت نے جہاد کو فرض کفایہ قرار دیا تو کیا اس وقت دنیا کی اکثریت مسلمان ہوگئی تھی؟ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو صحابۂ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو ظاہر ہے کہ اس وقت کی دنیا کی آبادی کا بہت مختصر حصّہ تھا۔ لیکن کیا آپؐ نے تبلیغی سفر کو فرض عین قرار دیکر کبھی صحابۂ کرامؓ کو یہ حکم دیا کہ وہ سب اپنے حقوق واجبہ ترک کر کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں جائیں؟ واقعہ یہ ہے کہ ''فرض کفایہ'' کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر مسلمانوں کی معتد بہ جماعت یہ کام کر رہی ہے تو اس کا یہ عمل دوسروں کے فریضے کی ادائیگی کیلئے بھی کافی ہو جاتا ہے۔

(۴) ''تسلیم ورضا'' اور ''قربانی'' میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت قربانی چاہتی ہے، کبھی یہ قربانی جان کی ہوتی ہے۔ کبھی مال کی، کبھی خواہشات کی، جب آپؐ نے حضرت علیؓ کو تبوک جانے سے روکا اور انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو یہ تسلیم ورضا بھی تھی اور خواہش کی قربانی بھی، جب آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو جنگ بدر میں شرکت سے روکا اور انہوں نے اطاعت کی تو یہ بھی خواہش کی قربانی تھی۔ جب جہاد فرض عین ہو جائے اس وقت جان، مال اور دنیوی خواہشات کی قربانی دی جاتی ہے۔ اور جب فرض کفایہ ہو، اور انسان کیلئے شرعاً جانا جائز ہو تب بھی وہ انہی چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے، لیکن جب تک فرض عین نہ ہو، یہ قربانی اپنی ذات کی حد تک محدود رہتی ہے، دوسرے اصحاب حقوق کی قربانی نہیں کی جاتی۔ ہاں اگر اصحاب حقوق اپنے حقوق خوشی سے چھوڑ دیں تو ان کیلئے باعث اجر ہے، اور اس صورت میں جہاد یا دعوت کے کام میں شرکت باعث اجر عظیم ہے۔ آپ نے جن بزرگ کی مثال دی کہ ان کے سسر کا انتقال ہو گیا تھا، پھر بھی وہ سہ روزہ پر چلے گئے، ان کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی اہلیہ کو ان کے جانے سے کوئی ناقابل برداشت تکلیف نہیں ہوئی تو شرعاً ان کا یہ عمل ناجائز نہیں تھا۔ البتہ افضل ہونے میں رائیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ اور خواب کوئی شرعی حجت نہیں ہے، جس سے کسی حکم شرعی پر استدلال کیا جائے۔

(۵) یہ بات احقر کی فہم ناقص سے بالاتر ہے کہ تبلیغ میں نکلنے پر ہمیشہ صحابہ کرامؓ کے جہاد کے

واقعات سے استدلال کیا جاتا ہے، لیکن عملاً جہاد کے بارے میں طرزِ عمل یہ ہے کہ گویا جہاد کوئی شرعی فریضہ ہی نہیں ہے، بلکہ اسے عملاً منسوخ سمجھا جاتا ہے اور جہاد کی بعض اوقات مخالفت بھی کی جاتی ہے۔

(۶) مذکورہ بالا گذارشات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں تبلیغی جماعت کا مخالف ہوں، یا یہ کہ تبلیغ کے کام کو اہمیت نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے، خاص طور پر تبلیغی جماعت نے بفضلہٖ تعالیٰ مجموعی حیثیت سے بڑا قابل تعریف کام کیا ہے اور اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچا ہے، لیکن کسی کام کی اہمیت واضح کرنے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے ہر قیمت پر فرض عین قرار دیا جائے۔ دوسرے، جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ تعاون وتناصر ضروری ہے، وہاں بعض غلو آمیز باتوں کی اصلاح بھی ضروری ہے جو بعض نو وارد یا حدود کی رعایت نہ رکھنے والے حضرات سے سرزد ہوتی رہتی ہیں، اور اب بعض اوقات احکام شرعیہ میں تصرّف کی حد تک پہنچ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی صحیح فہم اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۲۸۔۳۔۱۴۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۴۵/۲۷۶)